شال

(دھیمے سروں میں موسیقی کی آواز)

صمد "یار کیسے آدمی کو ہم نے کھودیا۔ اب ایسی ٹھکی ٹھکائی طرحدار گالیاں ہمیں کون دے گا۔" "یہ شال دس ہزار گالیاں دینے کے بعد اس نے مجھے تحفتاً دی تھی۔ جب تک یہ شال میرے جسم پر رہے گی۔ وہ مجھے یاد آتا رہے گا۔"

نعیم عجیب بات ہے اس نے مجھے کبھی گالی نہیں دی۔ حالانکہ تمھاری طرح وہ بھی میرا یار تھا۔"

صمد یہی تو ٹریجڈی ہے تمھاری۔

نعیم آج قبرستان میں بڑی گھٹن تھی۔

صمد اب تو ہم کھلی فضا میں آگئے ہیں۔ دیکھو سامنے والا ہوٹل منہ کھولے ہمارا منتظر ہے۔

نعیم کیا اس گھٹیا ہوٹل میں چائے پی جائے گی۔"

صمد ہاں اسی گھٹیا ہوٹل میں۔ ہم کوئی امیر زادے تو ہیں نہیں۔ یوں بھی یہ ہوٹل ہمارے لیے نیا نہیں ہے۔"

(ہوٹل کی کوکھ سے اٹھتا ہوا دبا دبا شور، پیالیوں کی کھنکناہٹ)

بیرہ --- تین کپ چائے

(ٹیبل پر پیالیاں رکھنے کی آواز)

صمد تمھیں یاد ہے اسی ٹیبل پر میری اس کی شدید لڑائی ہوئی تھی۔ کتنی گالیاں دی تھیں اس نے مجھے۔ یہاں تک کہ اس کے دونوں ہاتھ میرے گلے پر---

نعیم "یار یہ وقت نہیں ہے۔ ان باتوں کو دوہرانے کا۔ وہ اب ہم میں نہیں رہا ایک دن ہم بھی نہیں رہیں گے۔"

صمد "نہیں یار اسے سب کچھ کہنے دو۔ گلے میں پھنسی ہوئی باتیں اگر وہ نہیں اُگلے گا تو مر جائے گا۔ کم از کم اسے کچھ دن اور زندہ رہنے دو۔ ہم تو سمندر میں پھینکی ہوئی وہ بادبانی کشتیاں ہیں جو ہوا کے اشارے پر چلتی ہیں۔ ہمارا کوئی ملاح نہیں ہے۔ اسے کہنے دو یار۔ اس کا گلا نہ گھونٹو۔"

صمد "ارے یہ بوڑھا تو رونے لگا۔"

(قریب سے ابھرتی ہوئی آواز) "بھانڈ سالا۔"

صمد "سن رہے ہو بوڑھے نے ابھی ابھی کیا کہا۔"

نعیم "میں نے سن لیا ہے۔ اگر وہ آج ہماری محفل میں ہوتا تو اس کا گلا گھونٹ دیا ہوتا۔

صمد (پیٹھ تھپتھپاتے ہوے) "جیو میرے لال۔"

نعیم "مگر وہ تو ابھی تک سسکیاں بھر رہا ہے۔"

صمد "تم اس کی فکر نہ کرو۔ اُسے اپنے حال پر چھوڑ دو۔"

نعیم مگر یہ کیا۔ کاغذ کے اس پرزے پر Paid کی مہر ثبت ہے۔ یہ بل ہم نے تو pay نہیں کیا۔"

صمد "کیا تم نے بل pay کیا۔؟"

نعیم "نہیں---"

صمد "اس پر تو paid لکھا ہوا ہے۔"

کبھی کبھی اُدھار مانگی ہوئی زندگی کے چہرے پر کوئی منچلا paid لکھ دے تو ہمیں

شرمسار نہیں ہونا چاہیے ۔ ندامت کا بار اُٹھانے کے لیے ساری زندگی پڑی ہوئی ہے ۔

نعیم ''مگر پھر بھی یہ جاننا ضروری ہے کہ بل کس نے ادا کیا ہے ۔''

''بیرا ۔ ۔''

صمد ''بیرے کو بلوانے کی ضرورت نہیں ۔''

آؤ سڑک پر کچھ آوارہ گردی کریں ۔

(میوزک کی جھنکار)

صمد ہوٹل سے تو ہم اٹھ آئے ۔ لیکن اب کریں کیا ۔ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ ہم میں سے کوئی کہیں سے سو روپے ادھار لائے ۔ اگر آج نہیں پی سکے تو سمجھو مر گئے ۔

نعیم سو روپے ۔ ۔ ؟ اتنی بڑی رقم اس وقت بھلا کون دے گا ۔''

صمد سراج کو میٹرو میں دیکھ لیں گے ورنہ شراب کی جگہ اپنا خون ہی پی لیں گے ۔

نعیم ''سراج نے تو کئی دن سے صورت نہیں دکھائی ۔ ایسا لگتا ہے اس کی موت سے کہیں زیادہ ہمارے ذہن پر شراب کی دُھن سوار ہے ۔ قصہ دراصل یہ ہے کہ اندرونی طور پر ہم سب موت کے بدصورت پرندے سے خائف ہیں ۔ نہ جانے کب وہ پر پھیلائے اور اپنی نوکیلی چونچ ہمارے جسم میں داخل کر دے ۔ ۔''

صمد ''لو میٹرو آ گیا ۔ ۔''

نعیم ''اتنی جلد ۔ ۔ ۔ ؟''

(قدموں کی چاپ ، بار کی فضا سے ابھرتی ہوئی دھیمی دھیمی آوازیں)

صمد دیکھ رہے ہو اب ہم میٹرو کے سینے پر کھڑے ہیں ۔
کیا تمھیں یقین نہیں آ رہا ہے ۔ ۔ ؟''

نعیم بھلا یقین نہ آنے کی کوئی وجہ ۔''

صمد ذرا دیکھو تو لان میں بچھی ہوئی کرسیوں پر جو چند نوجوان بیٹھے ہیں ۔ وہ کس طرح اپنے گلاسوں میں شراب اُنڈیل رہے ہیں ۔

نعیم ''ہاں دیکھ رہا ہوں ۔ اور یہ بھی دیکھ رہا ہوں کہ جن لوگوں نے اپنا کونہ ختم کر لیا ہے اب وہ خلا میں بکھری ہوئی یادوں کو یکجا کرنے کی سعی ء لاحاصل میں گرفتار ہیں ۔''

صمد ''جب بھانت کے عجیب و غریب چہرے ہر طرف پھیلے ہوئے ہوں اور روشنی مدھم ہو تو بسا اوقات اپنی شناخت بھی مشکل ہو جاتی ہے ۔ اب اس ہجوم میں سراج کو پانا ایسا ہی ہے جیسے کوئی آسمان کی پنہائیوں میں اڑنے والے پرندے کو اچک کر پکڑ لے ۔''

نعیم ''اتنا مایوس ہونے کی ضرورت نہیں ۔ ابھی تو ہم نے اسے لان ہی میں تلاش کیا ۔''

صمد ''بھلا وہ لان میں کیوں بیٹھنے چلا ۔ آؤ سارے کیبن دیکھ ڈالیں ۔''

نعیم ''کیبن کے دروازے تو بند ہیں ۔ صرف لوگوں کے پاؤں میں دھنسے ہوئے جوتے ہی نظر آ رہے ہیں یا ڈھیلے ڈھالے پتلونوں میں چھپی ہوئی دبلی پتلی موٹی بھدی ٹانگیں ۔''

''یار و اب صرف ایک ہی کیبن رہ گیا ہے ۔ اگر وہ وہاں بھی نہ ملے تو ۔ ؟

صمد ''کوئی دوسرا بار ۔

تیسرا ۔

چوتھا ۔''

صمد ''ارے میرے پاؤں تلے کوئی چیز دب کر رہ گئی ہے ۔''

نعیم ''کچھ بھی تو نہیں ۔ فرش ہے جس پر ہم چل رہے ہیں ۔''

صمد وہ دیکھو کیبن کے نچلے حصے سے اس کی شال دکھائی دے رہی ہے ۔ سلیٹی رنگ والی شال ۔''

نعیم ''کیا کہہ رہے ہو؟ سلیٹی شال تو میرے جسم سے چمٹی ہوئی ہے ۔ کیا تم اندھے ہو گئے ہو ۔''

صمد ''وہ جو ہمارے ساتھ تھا۔ وہ کہاں گیا۔''

نعیم ''کون تھا ساتھ ہمارے؟''

صمد ''دیکھو کیبن کے نچلے حصے میں اس کی شال بدستور ڈول رہی ہے۔ پتہ نہیں مجھے کیوں ڈر لگ رہا ہے۔''

نعیم ''کم وبیش میں بھی....''

(ڈراور خوف پیدا کرنے والے آرکیسٹرا کے سُر، کیبن میں داخل ہونے کی آواز)

سراج ''کچھ پیو گے۔؟''

(سب پر موت کی سی خاموشی)

صمد ''نہیں۔''

سراج ''اور تم۔''

صمد اور نعیم ''نہیں۔نہیں۔''

سراج (غرّاتے ہوئے)'' جب پینا نہیں تو جھک مارنے کے لیے بار آئے ہو۔ جواب دو۔'' حرامزادو___ آج اچانک گونگے کیوں ہو گئے ہو۔ کچھ تو بولو۔ مجھے تو تمھیں وہ حادثہ سنانا ہے جو اتنا عجیب اور انوکھا ہے کہ میں اس تعلق سے سوچتے ہوئے تقریباً ریزہ ریزہ ہو چکا ہوں، مگر میں نے اس شکست وریخت میں بھی اپنی ذات کے چند پُرزے بچا لیے ہیں اور یہ پرزے بھی اب میرے پاس نہیں رہے۔ کل میں اخبار پڑھ رہا تھا اچانک ایک خبر پر میری نظر ہی جم گئیں۔ ایک نامعلوم نوجوان سلیٹی رنگ کی گرم شال میں لپٹا ہوا سڑک عبور کر رہا تھا کہ اچانک اس نے سینے میں سخت تکلیف کی شکایت کی اور طبی امداد ملنے سے پہلے ہی مر گیا۔ نعش مردہ خانے میں شناخت کے لیے رکھی گئی ہے۔

میں کل سے اب تک مارا مارا پھر رہا ہوں تا کہ خود اپنی نعش کی شناخت کر سکوں میں اپنے وجود کی کرچیوں کو جمع کرتے کرتے اب لہولہان ہو چکا ہوں۔ حرامزادو___ کیا یہاں میری نعش چبانے آئے ہو۔ میں تو تمھیں ابھی۔''

صمد ''ارے ارے۔ یہ کیا کر رہے ہو۔ یہ تو سراسر غنڈہ گردی ہے۔

سراج تمھیں اپنی شرافت مبارک۔ ایسے شریف زادے تو میں نے زندگی میں بہت دیکھے۔ میں تو زندگی کے نگارخانے کا آخری قیدی ہوں۔ تم تو وہ بھی نہیں ہو۔

صمد ''بڑی غلطی کی ہم لوگوں نے یہاں آکر۔ ہمیں تو سراج کی تلاش تھی۔''

سراج ''کون سراج؟ تم سراج کی تلاش کر رہے ہو۔ لیکن اب میں کہاں جاؤں کے ڈھونڈوں۔ بولو حرامزادو۔ آج تمھاری زبان گنگ کیوں ہے۔''

صمد کہنے کے لیے میرے پاس بہت کچھ ہے۔''

نعیم ''اور میرے پاس بھی۔''

صمد میں نے تو ہمیشہ اینٹ کا جواب پتھر سے دیا ہے۔ یہ بات ذہن میں رکھو بند ہونے والا دروازہ کھل بھی سکتا ہے۔ اور روشنی میں ڈوبے ہوئے بار کی چمک دمک اندھیرے میں بھی تبدیل ہو سکتی ہے۔

سراج ''آ گئے نا اپنی اصلیت پر؟''

صمد میری اصلیت تو تمھیں بعد میں معلوم ہوگی۔ اگر پرانی یاری درمیان میں نہ ہوتی تو پتہ نہیں میں کیا کچھ نہ کر بیٹھتا۔

سراج اچھا تو تم مجھے دھمکی دے رہے ہو۔ سراج کو۔ مگر چھوڑو پہلے یہ بتاؤ تم نے قبرستان میں اس کی بخشش کی دعا بھی کی یا نہیں۔

صمد ''اس کے ساتھ اپنی بھی۔''

سراج شاباش بڑے پیارے ہو تم

صمد یار اب یہ کچھ سنبھلتا جا رہا ہے۔''

نعیم ''ایسے لوگوں کا کوئی بھروسہ نہیں۔ کب اور کس وقت حملہ آور ہو جائے۔''

صمد ''یہ کس کے بارے میں بات کر رہے ہو؟''

نعیم ''تم اسے نہیں جانتے۔''

صمد ''میں......؟ میں نہیں جانتا۔ ہاں یہ سالا ذلیل سراج ساری دنیا کو جانتا ہے۔

سراج ''ابھی ابھی یہاں کسی نے یہ بات کہی تھی۔''

صمد ''کسی نے بھی نہیں۔ یہ محض تمھاری بد گمانی ہے۔''

سراج میں تم سب کو جانتا ہوں۔ تمھارے حدود اربعہ کے ہر زاویہ سے واقف ہوں۔ کیا تم مجھے اتنا نادان سمجھتے ہو۔ جس آدمی نے زندگی کے ہر زہر کو ہنستے کھیلتے پی لیا ہو۔ کیا وہ حرامزادوں کو نہیں جان سکتا...؟

صمد ''برابر جان سکتا ہے۔ بلکہ جان گیا ہے۔''

سراج ''کیا کہا تم نے...''

صمد ''کیا تم نے سنا نہیں؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ تمھارے کان۔''

سراج ''میرے کان...ارے میرے کان کو کیا ہو گیا۔ کچھ تو بولو...''

صمد ''تمھیں کچھ ہوا نہیں۔ تم خاصے بھلے چنگے ہو۔''

''بیمار تو ہم لوگ ہیں....؟''

سراج ''تو پھر حرامزادو۔ یہاں مرنے کے لیے کیوں آئے ہو۔ شہر کے کسی خیراتی اسپتال میں شریک کیوں نہیں ہو جاتے؟''

صمد ''کوشش تو کی تھی۔ مگر وہاں بھی سفارش چلتی ہے۔''

سراج ''سفارش....کس کی سفارش چاہیے تمھیں؟''

صمد ''ہمیں ہم بغیر سفارش ہی کے جینا گوارا ہے۔''

سراج ''تو پھر جاؤ ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرتے رہو۔ بالاقساط۔''

نعیم و سراج ''ہمیں یہ بھی منظور ہے۔''

سراج ''آخر تم کیا چاہتے ہو۔ حرامزادو۔ میں نے تم سے کہا تھا کہ میں اپنے وجود کی کرچیوں کو جمع کرتے کرتے لہولہان ہو چکا ہوں۔ کیا یہاں میری نعش کو چبانے آئے ہو۔ میں تمھیں تمھاری اس جسارت کا ابھی مزا چکھاتا ہوں۔

(ایک زوردار چھناکے کی آواز)

صمد ''مجھے چھوڑ دو.....مجھے چھوڑ دو۔''

(گلا دباتے ہوئے) نہیں اب تو چند ہی منٹ کا مہمان ہے۔ صرف چند منٹ کا۔ مگر یار میری شال کہاں گم ہو گئی۔ میری شال۔ میری شال۔ میری سلیٹی شال.....

(میوزک کے تیز سُر، آواز آہستہ آہستہ ڈوبتی جاتی ہے)